سی-ایم-نعیم کی تنقیدی معروضات

عارفہ شہزاد

ABSTRACT:

C.M.Naim 's essays in the book ***Urdu Texts and Contexts*** are written against the grain,offer fresh perspectives on diverse Urdu texts vital to the cultural history of India,and on the equally diverse literary,social, and performative contexts historically identified with the Urdu language in South Asia and beyond..

Significantly ,several of these essays deal with texts that are usually not considered a part of the Urdu literary canon e.g.,an autobiographical fragement by a school mistress born in 1840,transvatic verses written by men disguised as women,and anonymous jokes about Emporer Akbar and his favourite jokester ,Birbal.

while some essays essays offer close readings of literary texts, most explore the dialectic relationship between Urdu texts and their varying cultural and political contexts e.g.,public performances,the state patronage of literature,the nature of political propaganda,patriarchal Muslim society in India, and so on.Text and Contexts is thus a method for exploring some of the major themes of indian cultural history,specifically in relation to the domains of the literary creation and reception.

سی۔ایم۔نعیم (C.M.Naim) معروف مترجم اور نقاد ہیں۔ وہ آج کل یونی ورسٹی آف شکاگو (University of Chicago) میں پروفیسر ایمریطس کے طور پر تعینات ہیں۔تاہم ان کا تعلق بنیادی طور پر انڈیا سے ہے۔سی۔ایم۔نعیم ۱۹۳۳ء میں بارہ بنکی، انڈیا میں پیدا ہوئے۔لکھنو یونی ورسٹی لکھنو سے تعلیم حاصل

کرنے کے بعد، برکلے کالج(Berklay College) ، کیلی فورنیا(California) سے مزید تعلیم حاصل کی۔۱۹۶۱ء میں یونیورسٹی آف شکاگو (University of Chicago) کے جنوب ایشیائی زبانوں کے شعبے سے بہ طور مدرس منسلک ہو گئے اور ۲۰۰۱ء میں وہاں سے ریٹائیر ہوئے۔ریٹائیرمنٹ کے بعد سے تا حال وہ اسی شعبے سے پروفیسر ایمریطس کی حیثیت سے منسلک ہیں۔انھوں نے اردو ادب کے دو معروف رسایل ***Annual of Urdu Studies*** اور رسالہ محفل کا اجرا کیا۔رسالہ محفل اب ***Journal of South Asian Studies*** کے نام سے شایع ہوتا ہے۔

سی۔ایم۔نعیم کی معروف حیثیت ترجمہ نگار کی ہے۔بالخصوص ان کا میر کی سوانح حیات ذکر میر کا ترجمہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔مزید برآں انھوں نے قراۃالعین حیدر کے افسانوں اور دو ناولوں کا انگریزی ترجمہ کیا جو کتابی شکل میں ***A Season of Betrayal*** کے عنوان سے طبع ہوا۔انھوں نے غیر ملکیوں کی تدریس کے لیے کئی نصابی کتب بھی ترتیب دیں۔اردو تنقید کے حوالے سے ان کی کتاب ***Urdu Texts and Contexts*** کئی حوالوں سے بہت اہم ہے۔یہ کتاب دہلی کے اشاعتی ادارے پرمانٹ بلیک(Permanent Black) سے ۲۰۰۴ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔اس کتاب میں کل تیرہ (۱۳) مضامین ہیں۔اس کتاب کی فہرست پر ایک نگاہ ڈالنے ہی سے ان مضامین کے موضوعاتی تنوع کا اندازہ ہو جاتا ہے۔فہرست درج ذیل ہے:

1- The Art Urdu Mersia
2- Homosexual(Pedarastic)Love in Pre-Modern Urdu Poetry
3- Transvastic Words,The Rekhti in Urdu
4- Yes,The Poem Itself
5- The Ghazal Itself:Translating Ghalib
6- 'Pseudo-dramatic'Poems of Iqbal
7- Poet-Audience Interaction of Urdu Musha'irahs
8- Prize Winning Adab
9- Mughals and EWnglish Patronage of Urdu Poetry
10- The Consequences of Indo-Pakistani War dfor Urdu Language and Literature
11- How Bibi Ashraf Learned to Read and Write
12- Popular Jokes and Political History :The Case of Akbar,Birbal and Mulla Do-Piyaza
13- Ghalib's Delhi,A Shamelessly Revisionist Look at two Popular

Metaphours

اس کتاب کے ہر مضمون کے مطالعے سے یہ احساس ہوتا ہے کہ سی۔ایم۔نعیم کسی بھی موضوع یا صنف سخن پر بات کرتے ہوئے ناصرف اس کے تاریخی بلکہ ثقافتی پس منظر کے بیان کو بھی خاص اہمیت دیتے ہیں۔پہلے ہی مضمون"The Art of Urdu Mersia"میں مرثیے کی صنف کے حوالے سے تاریخی و ثقافتی تناظر میں مباحث اٹھاتے ہیں۔اس سلسلے میں کئی ابتدائی معلومات بھی فراہم کرتے ہیں مثلا یہ کہ مرثیہ دراصل امام حسینؑ کے حوالے سے واقعہ کربلا کا بیان ہے۔نیز اٹھارویں صدی میں مسدس کی ہئیت مرثیے کی صنف کا اختصاص بن گئی۔اس کتاب کا مخاطب بالعموم ایسے انگریزی دان قارئین ہیں جو براہ راست اردو زبان وادب کے مطالعے پر قادر نہیں۔چناں چہ ان قارئین کی سہولت کے لیے انھوں نے مرثیے کی مسدس کی ہئیت کا تفصیلی تعارف کرایا ہے تا کہ یہ قارئین اس صنف کے جملہ پہلوؤں سے آ گاہی حاصل کر سکیں۔لکھتے ہیں:

> "A Mersia is invariably in the form of Mussadas,the first four lines of each stanza (band)having one rhyme scheme(i.e.,the same qafia and radif),and the remaining two lines,reffered to as tip,having another.Usually the first four lines extend the story line,while the expected to be an exceptionally good couplet,provides a miniclimax as well as a pause in the discourse."(1)

فکری لحاظ سے مرثیے کی اس فکری جہت کا احاطہ یقیناً سی۔ایم۔نعیم کے باریک بین تنقیدی مشاہدے پر دال ہے۔بالعموم مرثیے کے اردو ناقدین کے ہاں مرثیے کا اس زاویہ نظر سے مطالعہ نہیں ملتا جہاں فکر وفن کی آمیزش زیر بحث آئی ہو۔

سی۔ایم۔نعیم کے اس مضمون میں تجزیاتی انداز غالب ہے۔انھوں نے انیس کے ایک منتخبہ مرثیے کا تفصیلی تجزیہ کیا ہے اور اس کے کم وبیش بیس (۲۰) موضوعات کی نشان دہی کی ہے۔اس سے ان کا مقصود مرثیے کے موضوعاتی تنوع کو واضح کرنا ہے۔وہ بتاتے ہیں کہ زیرنظر مرثیے میں صبح کا منظر نامہ،حمد باری تعالیٰ،امام حسینؑ کے بڑے بیٹے کے اذان دینے کا سماں،امام حسینؑ کی نماز کے لیے تیاری جب کہ دوسری طرف دشمن کی جنگی تیاریوں کے منظر کو بیان کیا گیا ہے۔اگر چہ مرثیے کا بنیادی موضوع حضرت امام حسینؑ کی شہادت ہے مگر اس میں دیگر واقعات اور ان سے جڑے مناظر کا بیان کمال فنکاری سے کیا گیا ہے جو مرثیہ نگار انیس کی اعلیٰ جزئیات نگاری کا مظہر ہے۔

مرثیے کی فنی ساخت کی تفہیم وتعارف کی غرض سے سی۔ایم۔نعیم نے ناصرف اس کے مختلف حصوں کا نام بتایا ہے بلکہ یہ وضاحت بھی کی ہے کہ کس بند سے کون سے بند تک کا حصہ موضوعاتی اور فنی لحاظ سے ایک اکائی

ہے۔انھوں نے اس امر کی بھی توضیح کی ہے کہ انیس کے مرثیے کے مرکزی کرداروں کا تعلق عرب سے ہے مگر ان کی زبان لکھنو کے شرفا کے مماثل ہے۔یوں دیکھا جائے تو سی۔ایم۔نعیم نے مرثیے کی صنف کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کا کوئی پہلو تشنۂ تنقید نہیں چھوڑا۔

اے۔شان پیو(A.Sean Pue)رسالے اینول آف اردو سٹڈیز ***Annual of Urdu Studies*** میں اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"It also provides a strong corrective to the usual charges against the genre.- that it is repetitive ,monotonous,unrealistic and efferminate by focussing on its historical and performative context."(2)

شان پیو کہتے ہیں کہ بالعموم مرثیے پر تکرار، یکسانیت اور غیر حقیقی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔اپنے اس مضمون کے ذریعے سی۔ایم۔نعیم نے اس الزام کی تردید کی ہے اور مرثیے کے تاریخی پس منظر کو مدنظر رکھنے پر زور دیا ہے۔

مزید برآں یہ امر بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ سی ۔ایم۔نعیم نے مرثیے کے مذہبی پہلو کو بھی مدنظر رکھنے پر زور دیا ہے۔کتاب ***Urdu Texts and Contexts*** کے کم وبیش تمام مضامین میں ہر زیر بحث صنف سخن کا تجزیہ تاریخی و ثقافتی تناظر میں کیا گیا ہے کیوں کہ اس کے بغیر بعض اصناف ادب کا جواز سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔اس مضمون میں سی۔ایم۔نعیم مرثیے کے جواز کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"If we look at Mersia in isolation i.e., outside its context of majlis -e- aza we might get a feeling that it presents only a dispiring vision"(3)

مراد یہ ہے کہ اگر مراثی کے مجلس اعزا میں رقت انگیزی پیدا کرنے کی غرض کو پیش نظر نہ رکھا جائےتو اس صنف سخن کو قنوطیت کا مورد الزام ٹھہرائے جانے کا احتمال ہے۔بہ الفاظ دیگر ثقافتی اور دینی پس منظر کی تفہیم کے بغیر مراثی کی بنت اور مضامین کو درست انداز میں جانچنا ناممکن ہے۔

مغربی معاشرے میں بالعموم یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ہم جنس پرستی کا رجحان محض یورپی ممالک سے مخصوص ہے۔اس ضمن میں سی۔ایم۔نعیم نے رینڈولف ٹرم بیچ (Randolf Trumbach) کے ایک مضمون کا حوالہ دیا ہے جو Journal of Sepecial History میں شایع ہوا۔اس مضمون میں اسی رائے کا اظہار کیا گیا تھا کہ ہم جنس پرستی ہمیشہ صرف مغربی ممالک میں عام رہی ہے۔سی۔ایم۔نعیم نے اپنے مضمون "Homosexual (Pedarastic)Love in Pre Modern Urdu Poetry" میں اس غلط فہمی کو دور کرنے کی غرض سے دلایل پیش کیے ہیں۔اردو زبان کے قارئین کے لیے کلاسیکی اردو شاعری میں امرد پرستی کا موضوع نیا نہیں ہے ۔مگر یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اس کتاب ***Urdu Texts and Contexts*** کے کم وبیش تمام

مضامین کا مخاطب وہ انگریزی دان طبقہ ہے جو براہ راست اردو زبان وادب کی قرات اور تفہیم سے قاصر ہے۔

سی۔ایم۔نعیم نے نا صرف امرد پرستی کے رجحان پر مبنی اشعار پر بات کی ہے بلکہ اس کی نفسیاتی توجیہہ بھی بیان کی ہے۔یہ کلاسیکی اردو شعرا کی حظ اندوزی کی نفسیات ہے جو ان اشعار سے مترشح ہے۔انھوں نے مغربی شاعری اور کلاسیک اردو شاعری کا تقابل کرتے ہوئے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ مغربی شعرا کے ہم جنس پرستی کا بیان تخیلاتی ہے۔

خاص کر یورینین (Uranion) شعرا پر یہ بات صادق آتی ہے۔جہاں تک کلاسیکی شعرا کا تعلق ہے ان کے ہاں ہند اسلامی تہذیب رہی ہے نیز اس تہذیب کے زیر اثر یہاں کاماسوترا جیسی کتب بھی احاطہ تحریر میں آئی ہیں جن کا موضوع ہی جنس ہے۔اس لیے اردو کلاسکی شعرا کے ہاں ہم جنس پرستی کے موضوع پر بات کرتے ہوئے احساس جرم کا شائبہ تک نہیں۔ جب کہ مغربی یورینین شاعر جب ہم جنس پرستی کا موضوع بیان کرتے ہیں تو ان کے ہاں احساس جرم صاف نظر آتا ہے۔

شان پیو نے سی۔ایم۔نعیم کے اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "Naim examines the history of amrad prasti in Urdu Poetry and speculates on the attitudes towards homosexuality in the Indo Muslim Milieu.To do so,he contrasts this poetry with that of the English language 'Uranion' poets,a seemingly odd comparison which surprisingly proves fruitful.Naim concludes that Indo Muslim society was neither 'sex positive' (like the ancient Greeks) nor 'sex negative'(like Judeo Christian England) but rather that attitudes were some where in between.He characterized the Indo Muslim milieu as 'indiffirent' to homosexuality meaning attitudes could range from censure to tolerance.His analysis historicizes homosexuality, and he carefully argues that it was pedastric and hierarchical,with very diffirent goals from 'the mutuality of an ideal gay love',"(4)

شان پیو نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے کہ سی۔ایم۔نعیم کا امرد پرستی کے حوالے سے کلاسیکی اردو شاعری اور یورینین شعرا کا تقابل نتیجہ خیز ثابت ہوا ہے۔نیز اس سے سی۔ایم۔نعیم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ھند مسلم تہذیب کا ہم جنسیت کے حوالے سے رویہ نہ تو کلیتا مثبت رہا ہے نہ ہی منفی۔اس رویے کے پس منظر میں آئیڈیل ہم

جنس(gay) ڈھونڈنے کے جذبے سے زیادہ لواطت کارفرما تھی اور یہ رویہ یہاں کی تاریخ میں گہری جڑیں رکھتا ہے۔چناں چہ اسے یورپی شعرا کے مماثل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اردو میں ریختی کی صنف بہت سے ناقدین نے قلم اٹھایا۔تاہم بیشتر ناقدین اس امر پر متفق نظر آتے ہیں کہ ریختی کے ذریعے عورتوں کی کی لذت پرستی کی نفسیات کا بیان اور ان کی زنانہ زبان ومحاورہ کو محفوظ کرنا مقصود تھا۔سی۔ایم۔نعیم نے اس تنقیدی رائے کی اندھا دھند پیروی نہیں کی۔لکھتے ہیں:

> "And it is this truth about the reikhti that speaks out so blintly in a couplet by Jan Sahib,
> qadar kia namard janen ,mardu'e jo mard hain
> Jan saheb,sad hotay hain vohi sun ker mujhay
> Non males can't appreciate my verse,Jan sahib
> It only pleases the men who are really the males(5)

سی۔ایم۔نعیم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ریختی لکھ کر مرد شعرا اپنے مردانہ پن سے حظ اندوز ہوتے ہیں۔یوں سی۔ایم نعیم وہ پہلے نقاد ہیں جنھوں نے ریختی کی صنف کی تحریر کے نفسیاتی محرکات جانچنے کی سعی کی ہے۔ان کا اس حوالے سے یہ مضمون "Tranvestic Words:The Reikhti in Urdu" منفرد تنقیدی انداز نظر کا ثبوت ہے۔

"Yes The Poem Itself" کے عنوان سے لکھے گئے مضمون میں ایک نظم اور غزل کے عملی تنقیدی تجزیے کے ذریعے اردو شاعری کی ساخت کی معنوی تفہیم کی سعی کی گئی ہے۔اس سلسلے میں سی۔ایم نعیم نے شہریار کی نظم "واپسی "اور بشیر بدر کی غزل "خفتہ شجر لرز اٹھے،جیسے کہ ڈر گئے" کا انتخاب کیا ہے۔تنقیدی تجزیہ کرتے ہوئے انھوں نے یہ طریق کار اختیار کیا ہے کہ پہلے ہر مصرعے کا انگریزی ترجمہ دیا ہے بعد ازاں نظم یا غزل کا مکمل انگریزی ترجمہ پیش کر کے فن پارے کا کلی مفہوم سمجھانے کی سعی کی ہے۔شان پیو اس مضمون کو نئی تنقید کی مثال قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں:

> "A few of his essays seem to be a dated ,particularly those employing,the techniques of New Criticism.'Yes ,The Poem Itself'examines how the structural cohisiveness of two modern poems contribute to the unity of their 'poetic experience'."(6)

شان پیو کے مطابق سی۔ایم نعیم کا یہ مضمون ثابت کرتا ہے کہ کس طرح دو فن پاروں کا ساختیاتی اشتراک ان کے شاعرانہ تجربے کو ایک اکائی میں پرو دیتا ہے۔

مضمون "The Ghazal Itself:Translating Ghazals of Ghalib" اعجاز احمد کی مرتبہ کلام غالب کے تراجم پر مبنی کتاب ***Ghazals of Ghalib*** کا تنقیدی جائزہ ہے۔بہ ظاہر سی۔ایم۔نعیم کا یہ

مضمون تبصرہ کتب کی ذیل میں آتا ہے مگر انھوں نے اس میں ان تراجم کا تنقیدی محاکمہ عمدگی سے کیا ہے۔غالب کی منتخبہ غزلوں کے تراجم کا تجزیہ بہت عمدگی سے کیا ہے۔صان پیو،سی۔ایم۔نعیم کے ان تنقیدی تجزیات کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"Very few people can read a ghazal in the way that Naim can. Drawing upon his enormous capacity for interpretative and intertexual analysis rather than strict attention to form.this essay transcends it methodological form"(7)

شان پیو کہتے ہیں کہ جس طرح سی۔ایم۔نعیم غزل کا تجزیہ کرتے ہیں ایسا تجزیہ شاذ ونادر ہی ملتا ہے۔ان کے تجزیاتی انداز میں بین المتونی معنی کی کشاد نمایاں ہے۔وہ کبھی بھی غزل کے محض ہیئتی مطالعے تک محدود نہیں رہتے۔

"Pseudo Dramatic Poems of Iqbal" کے عنوان سے لکھا گیا مضمون اقبال کی نیم ڈرامائی نظموں کے حوالے سے ہے۔ایلیٹ نے اپنے مضمون "Three Voices of Poetry" میں شاعری کی تین آوازیں بیان کی تھیں اور اسی کی بنا پر نظموں کی درجہ بندی کی تھی اور کہا تھا کہ شاعری میں کردار نگاری ممکن ہے۔سی۔ایم۔نعیم نے ایلیٹ کے اسی مضمون کی روشنی میں اقبال کی نظموں میں کردارنگاری کا جائزہ لیا ہے۔وہ ان نظموں کو نیم ڈرامائی نظمیں کہتے ہیں۔نیز اس نقطۂ نظر کا اظہار کرتے ہیں کہ اقبال نے ان نظموں میں کرداروں کی تشکیل کے ذریعے ڈرامائی فضا ضرور بنائی ہے مگر ان نظمون کی تحریر سے ان کی غرض ڈراما لکھنا ہرگز نہیں تھا۔

مضمون "Poet Audience Interaction at Urdu Musha'iras " بھی خالصتاً ایسا مضمون ہے جس کے مخاطب اردو سے نابلد انگریزی دان قارئین ہیں۔سی۔ایم۔نعیم نے اس میں مشاعرے کی روایت اور اس روایت سے جڑی تفصیلات بیان کی ہیں۔اس ضمن میں مشاعرہ پڑھنے کا طریق کار،شمع جلائے جانا،شمع کا محفل میں پھرایا جانا نیز سینئیر شاعر کے مشاعرے کے کر میں اشعار پڑھنے کی روایت کو بیان کیا گیا ہے۔مشاعرے کی بدلتی ہوئی روایات کے حوالے سے سی۔ایم۔نعیم لکھتے ہیں کہ جدید دور میں مشاعرے کو محفل یا نشست کہا جانے لگا ہے۔اس کا لازمہ ایک صدر ہے جو کوئی سیاستدان یا بیوروکریٹ بھی ہوسکتا ہے جس کا عملاً شاعری سے کوئی تعلق نہ ہو۔مشاعرے کے ناظم یا اناؤنسر پر منحصر ہے کہ وہ کس شاعر کا مختصر تعارف کرائے اور کس کا تفصیلی۔پہلے مشاعرے کے اناؤنسر کا خود شاعر ہونا لازمی ہوتا تھا مگر اب انڈیا میں یہ روایت دم توڑ رہی ہے۔سی۔ایم۔نعیم نے شعرا کے شعر پڑھنے کے انداز کا بھی تعارف کرایا ہے کہ کس طرح شاعر شعر پڑھتے ہوئے مصرعے دہراتے ہیں۔سی۔ایم۔نعیم اس مضمون میں ایک جگہ اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ تعلیمی اداروں میں شاعر مسلمان حاضرین کی توجہ حاصل کرنے کے لیے مذہبی موضوعات پر مبنی شاعری پیش کرتے ہیں۔ان کا یہ تجزیہ انڈیا کی حد تک تو درست ہوسکتا ہے پاکستانی مشاعروں پر اس کا کلی اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔یہاں بیشتر مشاعروں میں

رومانوی شاعری کے لیے فضا سازگار نظر آتی ہے۔

مضمون "Prize Winning Adab" میں ان کتب کا تذکرہ کیا گیا ہے جنھیں الہ آباد حکومتی گزٹ میں کیے گئے اعلان کے مطابق انعام سے نوازا گیا۔اس گزٹ میں انعام کی شرائط یہ مقرر کی گئیں تھیں کہ کتاب میں انگریز حکومت کے تحت ہونے والی ترقی و استحکام کو موضوع بنایا گیا ہو۔ نیز مقامی باشندوں کی فلاح و بہبود کے لیے تجاویز پیش کی گئی ہوں۔اس سلسلے میں پانچ کتب کو انعام سے نوازا گیا۔پہلی دو کتب نتائج المعانی از مرزا محمود بیگ راحت اور عقل وشعور از مولوی نظام الدین اپنے داستانوی رنگ کے سبب زیادہ توجہ حاصل نہ کر سکیں لیکن چوں کہ ان میں مغربی ترقی کے ثمرات کا تذکرہ تھا اس لیے انھیں لائبریریوں کے لیے خرید لیا گیا۔تاہم یہ نصابی کتب کا درجہ حاصل نہ کر سکیں۔کتاب نتائج المعانی کے حکام کی جانب سے زیادہ توجہ حاصل نہ کر سکنے کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے سی۔ایم۔نعیم لکھتے ہیں:

> "He doesn't talk of useful new sciences,rather he suggests a life in which wisdom of age and experience counts more"(8)

اسی طرح کتاب عقل وشعور کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "It doesn't have much in it toappeal to women and girls,who are infact never mentioned in the text after the inscription in English on the title page"(9)

مزید بتاتے ہیں کہ اس کتاب عقل وشعور کا اسلوب داستانوں کی مانند تھا۔اس کے مخاطب مرد تھے اور اس کی نثر سادگی کی بجائے آرائش کی جانب مایل تھی۔

مذکورہ بالا دونوں کتب کے مقابل مولوی نذیر احمد کی کتب بنات النعش ،مراۃ العروس اور توبۃ النصوح نے اپنی خصوصیات کے باعث نا صرف نقد انعام پایا بلکہ انھیں نصابی کتب کا درجہ بھی دیا گیا۔ان سب کتابوں میں ہندوستانی معاشرت بڑی عمدگی سے پیش کی گئی تھی۔ نیز تعلیم نسواں کا پرچار بھی کیا گیا تھا۔اس مضمون میں سی۔ایم۔نعیم کا انداز تنقید مابعد نوآبادیاتی طرز کا ہے۔ان کے مطابق برطانوی دور حکومت میں انہی کتابوں کو سرکاری انعام سے نوازا گیا جو حکمرانوں اور برصغیر کی عوام دونوں کے لیے نظریاتی اعتبار سے قابل قبول تھیں۔نیز وقت کی ضرورت بھی تھیں۔مولوی نذیر احمد کے ناولوں کے حوالے سے بات کرتے ہوئے سی۔ایم۔نعیم اس رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "...these novels are precisely the kjind of adab that both the rulers and ruled seem to have desired at the poarticular time in the history.This explains their phenomenal success"(10)

اس مضمون کا تجزیہ کرتے ہوئے شان پیو رقمطراز ہیں:

"Naim's studies of the nineteenth century represents a powerful engagement with historical changes wrought by colonialism.As such,they can be seen as part of the 'Chicago School'of hitoriography,which has expanded the study of colonialism beyond the discussion of political economy to include the analysis of 'forms of knowledge'."(11)

گویا شان پیو نے بھی اسی نقطۂ نظر کا اظہار کیا ہے کہ یہ مضمون تاریخی تناظر میں نوآبادیاتی نظام کے تحت ہونے والی تبدیلیوں کو زیرِ بحث لاتا ہے۔شکاگو سکول کے تحت نوآبادیاتی نظام کے مطالعات میں وسعت آئی۔نا صرف اس کی معاشیات کا مطالعہ کیا گیا بلکہ علم کی مختلف اقسام بھی زیرِ بحث آئیں۔شان پیو کے اس تبصرے سے مراد یہ ہے کہ سی۔ایم۔نعیم کا یہ مضمون ان کے شکاگو سکول کے تحت کیے گئے مطالعات کا حصہ ہے جس میں نوآبادیاتی نظام کے ہر پہلو کا مطالعہ کیا گیا۔

ادیب کی معاشی آسودگی ،ادب کی پرداخت میں ایک ایسا اہم پہلو ہے جسے یقیناً نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔برصغیر پاک وہند کے علاوہ عربی وعجمی ادبی روایت میں بھیحکمرانوں کی سرپرستی نے شعر وادب کے پھلنے پھولنے میں اہم کردار ادا کیا۔مضمون بہ عنوان "Mughal and English Patronage of Urdu Poetry:A Comparison" میں سی۔ایم۔نعیم نے اردو ادب کے اہم شعرا اور مصنفین کے مغل سرپرستوں اور انگریز سرپرستوں کا تقابل کیا ہے۔وہ اس نتیجے کا استخراج کرتے ہیں کہ مغل حکمرانوں کی ادبی سرپرستی ذاتی نام ونمود کی خواہش کے تابع تھی جب کہ انگریز حکمرانوں کے دور میں ایسے ادب کو ترجیح دی گئی جس میں ریاست کے مفاد کو پیشِ نظر رکھا گیا ہو۔لکھتے ہیں:

"Such was the effect of a patronage which on the one hand claimed to seek the public good,as opposed to private satisfaction,and on the other hand powerful means to disseminate its preferences on a scale that not even a Grand Mughal could have indulged in"(12)

اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے شان پیو کہتے ہیں:

"The relationship between social and literary transformation is further explored in an article contrasting Mughal and English patronage of Urdu poetry."(13)

گویا شان پیو کی رائے میں اس مضمون میں معاشرتی اور علمی تبدیلیوں کا مطالعہ مصنف کا مطمح نظر ہے۔نیز اسی سلسلے میں میں مغل اور انگریز سرپرستوں کے عہد کا تقابل کیا گیا ہے۔ قومی سانحات اور واقعات سے ادیب کا متاثر ہونا امر لازم ہے۔۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ نے سرحد کے دونوں طرف رہنے والے ادیبوں کو متاثر کیا۔اپنے مضمون "The Consequences of Indo Pakistani War for Urdu Language and Literature: A Parting of the Ways" میں سی۔ایم۔نعیم نے پاک بھارت جنگ کے پاکستانی اور ہندوستانی ادیبوں کی سوچ پر اثرات کا تجزیہ کیا ہے۔ان کے مطابطق دونوں طرف کے ادیبوں کے ادبی تنقید کے انداز اور ادبی موضوعات میں واضح فرق در آیا۔

مضمون"How Bibi Ashraf Learned to Read and Write" سے اٹھارویں صدی کے ہندوستان میں تعلیم نسواں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔بہ ظاہر یہ بی بی اشرف کی تعلیمی اور معاشی جدوجہد کی داستان ہے مگر اس کے ذریعے سی۔ایم۔نعیم نیا ٹھارویں صدی کے ھندوستانی معاشرے کی سچی تصویرکشی کی ہے۔اس وقت ہندوستان میں عورتوں کا پڑھنا لکھنا نہایت برا سمجھا جاتا تھا اس لیے مسلمان گھرانے عورتوں کو صرف ناظرہ قران کی تعلیم تک محدود رکھتے تھے۔بی بی اشرف کو بچپن ہی سے پڑھنے اور لکھنا سیکھنے کا بے انتہا شوق تھا۔شومئ قسمت سے وہ نوعمری ہی میں بیوہ ہوگئیں۔اپنا اور بچوں کا معاشی بوجھ اٹھانے کے لیے انھوں نے چوری چھپے پڑھنا لکھنا سیکھا۔ان کے گھر کے بڑوں پر یہ راز غدر کے دنوں میں منکشف ہوا جب انھوں نے اپنے ابا کو خط میں گھر والوں کا حال چال لکھ بھیجا۔ان کے والد یہ جان کر حیران ہوئے تاہم ان کی حوصلہ افزائی کی۔یہی وجہ ہے کے بیوگی کے بعد وہ مزید تعلیم حاصل کر پائیں اور ایک سکول میں مدرس تعینات ہوگئیں۔انھوں نے اپنی یہ کہانی رسالہ تعلیم نسواں کی مدیر محمدی بیگم کو شایع کرنے کی غرض سے لکھ بھیجی تاکہ دیگر خواتین ان کی آپ بیتی پڑھ کر تعلیم کی طرف مایل ہوں۔اردو تنقید میں اس نوع کے موضوعات پر قلم نہیں اٹھایا گیا۔بی بی اشرف کی آپ بیتی کا عمرانیاتی اور ثقافتی تناظر میں تنقیدی تجزیہ سی۔ایم۔نعیم کا انفراد ہے۔

مضمون " Popular Jokes and Political HIstory:The Case of Akbar,Birbal and Mulla Do-Pyazza" میں اکبر کے معروف مصاحبین بیربل اور ملا دوپیازہ سے منسوب قصوں اور حکایتوں کا تاریخی حقائق کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔نیز اس امر کی تحقیق کی گئی ہے کہ یہ دونوں محض خیالی کردار ہیں یا واقعی ان کا کوئی وجود تھا۔سی۔ایم۔نعیم مختلف دلایل کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اکبر کے مصاحب بیربل کا کردار حقیقی تھا جب کے ملا دوپیازہ ایک تخیلاتی اور فرضی کردار ہے۔لکھتے ہیں:

> "We may safely conclude that the Mulla as opposed to Birbal,is totally a fictional :a comic figure whose origon lie far back the folk lore of Iran and Central Asia and who has nothing to do with the historical Akbar."(14)

تاہم اس کے باوجود ان لوک قصوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔سی۔ایم۔نعیم نے بالکل درست کہا ہے کہ یہ قصے اپنے عہد کی سیاسی تاریخ کے مظہر ہیں۔سی۔ایم۔نعیم کے الفاظ میں:

> "Anonymous popular tales and other folklore can contribute to our understanding of political history,so long as we do not view them essentially a kind of commentary on it.Folk tales are themselves history of a sort."(15)

کتاب ***Urdu Texts and Contexts*** کا آخری مضمون "Ghalib 's Dehli:A Shamelessly Revisionist Look at Two Popular Metaphours"غالب کے کلام کے دو معروف استعاروں شمع اور باغ و بہار کا جائزہ ہے۔سی۔ایم۔نعیم ان استعاروں کی اردو شاعری میں روایت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بتاتے ہیں کہ غالب کے ہاں ان استعاروں سے مراد دلی کی زندہ تہذیب وثقافت ہے جو مغلوں کے دم سے قائم ودائم تھی۔گویا مغل اس شمع کی آخری بھڑک تھے اس کے بعد اندھیرے کا راج ہوگیا۔بہ الفاظ دیگر غالب شاندار تہذیب وثقافت کے تصور کو ہمیشہ مغلوں کے ساتھ منسلک کرتے ہیں۔سی۔ایم۔نعیم نے غالب کے اس تہذیبی تصور کو چیلنج کیا ہے۔سی۔ایم۔نعیم کے غالب کے حوالے سے لکھے گئے اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے شان پیو نے بالکل درست کہا ہے:

> "The final essay in the volume,'Ghalib's Delhi A Shamelessly Rivisionist Look at Two Popular Metaphours',challenges the image of Ghalib's Delhi as the last burst of light from the dying candle of the Mughal culture by arguing that the pre-1857'Delhi Renaissance' ,was not a period of revivified Mughal brilliance but a product of Indo-British collaboration charachterized by an orientation towards the future not the past."(16)

اس اقتباس میں شان پیو کہتے ہیں کہ سی۔ایم۔نعیم کے مطابق ۱۸۵۷ء کے بعد کا دلی مغلوں کی شاندار تہذیب کا مظہر نہیں ہے بل کہ یہ ہند برطانوی اشتراک کا نتیجہ تھا۔یہ ماضی کی بجائے مستقبل کے امکانات کا غماز تھا۔

کتاب ***Urdu Texts and Contexts*** کے تمام مضامین کے تجزیے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ سی۔ایم۔نعیم کے تنقیدی معروضات منفرد موضوع کے حامل ہیں۔ان کا انداز تنقید اردو نقادوں کی طرح محض موضوع کے سیاسی وسماجی تناظر تک محدود نہیں بل کہ وہ اس کا ثقافتہ نقطۂ نظر سے بھی مطالعہ کرتے ہیں۔اسی امر کا تذکرہ کرتے ہوئے شان پیو رقم طراز ہیں:

"His work can be seen as a stern reminder to Urdu Scholars who always combine extra-ordainary attention to texts with a firm grounding in historical and social context.But he also reminds us that culture is an on-going project.There is an under-lying sense of hope flowing through his criticism,an orientation not towards a nostalgic,resurrection of the past but rather towards the possibilities of the future."

سی۔ایم۔نعیم کی تنقید مستقبل کے امکانات کو پیش کرتی ہے۔ان کے یہ مضامین انگریزی دان طبقے کو اردو ادب کے متنوع زاویوں سے متعارف کرانے کی کامیاب سعی ہیں۔مزید برآں یہ اردو ادب کی انگریزی زبان میں تنقید کی روایت میں ایک اہم اضافہ ہیں۔

حواشی:

(1) C.M.Naim. ***Urdu Texts and Contexts***. Delhi: Permanent Black, 2004, p.p.2 and 3

(2) A. Sean Pue. "Book Reviews", ***Annual Of Urdu Studies***, Vol.20. Madison: Wisconsin University, 2005, p.289

(3) C.M.Naim. ***Urdu Texts and Contexts***. p.16

(4) A.Sean Pue. ***Annual Of Urdu Studies***. p.289

(5) C.M.Naim. ***Urdu Texts and Contexts***. p.66

(6) A.Sean Pue. ***Annual Of Urdu Studies***. p.289

(7) Ibid,p.p.289 and 290

(8) C.M.Naim. ***Urdu Texts and Contexts***. p.127

(9) Ibid,p.129

(10) Ibid,p.150

(11) A.Sean.Pue. ***Annual Of Urdu Studies***. p.290

(12) C.M.Naim. ***Urdu Texts and Contexts***. p.177

(13) A.Sean Pue. ***Annual Of Urdu Studies***. p.290

(14) C.M.Naim. ***Urdu Texts and Contexts***. p.238

(15) Ibid,p.248

(16) A.Sean Pue. ***Annual Of Urdu Studies***. p.290

(17) Ibid